© rasailojaraid.com

پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگی مہمات
(مستشرقین کی تنقیدات کا تجزیہ)

محمد زمان چیمہ *

محمد سلیمان اسدی **

مستشرقین کی علمی و تحقیقی سرگرمیوں کا ایک اہم مقصد اسلام اور پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور آپ کے اقدامات پر اعتراضات کرنا ہے تا کہ ایک طرف غیر مسلموں کو قبول اسلام سے باز رکھا جائے اور دوسری طرف مسلمانوں کو اپنی مذہبی اعتقادات ونظریات کے متعلق تشکیک کا شکار کر دیا جائے۔ اسی ہدف کے حصول کے لیے انہوں نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جنگی مہمات پر شدید تنقید کی ہے اور اس ضمن میں ان کے چند تنقیدات مشہور ہیں مثلاً:

(۱) پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگی مہمات کا بنیادی مقصد لوگوں کو مذہب اسلام اختیار کرانا تھا جو کہ کسی بھی مذہب اور معاشرہ میں درست نہیں ہے اور نہ ہی قیام امن کے لیے مفید ہے۔

(۲) ان جنگی کارروائیوں میں پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بعض افراد کو ناحق طریقوں سے قتل کیا گیا۔

(۳) پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے امن کی بجائے ہمیشہ جنگ وجدل کو ترجیح دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مختصر عرصہ میں بہت سی جنگیں ہوئیں اور لوگوں کا قتل عام ہوا اور ان تمام جنگی کارروائیوں کے اسباب اہل اسلام کی طرف سے تھے۔

ذیل کی سطور میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر مستشرقین کی تنقیدات واعتراضات کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا جاتا ہے۔

(۱) جہاں تک مستشرقین کا بنیادی اور پہلا نقطہ تنقید کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جنگی مہمات کا مقصد لوگوں کو مذہب اسلام اختیار کرانا تھا اور یہ کہ اسلام جبر وتشدد، زبردستی، جنگ جوئی اور تلوار کے زور پر پھیلا ہے، جو کہ کسی بھی مذہب اور معاشرہ میں درست نہیں ہے اور نہ ہی قیام امن کے لیے مفید ہے۔ اس طرح کا الزام واتہام دھرنے والے مستشرقین میں گولڈ زیہر (م۱۹۲۱ء)، ولیم منٹگمری واٹ (م۱۹۷۹ء)، سرولیم میور (۱۹۰۵ء)، سٹیلے لین پول (م۱۹۳۱ء)، ڈی ایس مارگولیوتھ (م۱۹۵۵ء) کے نام سرفہرست ہیں مثلاً گولڈ زیہر مشہور یہودی مستشرق ہے۔ دیگر

* ایسوسی ایٹ پروفیسر/صدر، شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ اسلامیہ کالج گوجرانوالہ، پاکستان۔

** لیکچرار، شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ اسلامیہ کالج گوجرانوالہ، پاکستان۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مستشرقین کی طرح اس کا تعصب، اسلام اور پیغمبر اسلام سے دشمنی مخفی نہیں ، وہ اپنی زندگی کے طویل عرصہ میں یہودیت کا ترجمان اور نمائندہ رہا۔مسلم دنیا میں وہ اسلام دشمنی اور علمی بددیانتی کی وجہ سے شہرت رکھتا ہے۔(۱)

گولڈ زیہر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی مدنی زندگی کے متعلق بیان کرتا ہے کہ

''محمد نے یک دم اپنا رخ ان اطراف کی طرف کیا جن کا تعلق دنیا سے تھا۔۔۔ چنانچہ وہ دنیا میں تلوار لے کر وارد ہوئے۔۔۔انہوں نے جنگ کا بگل بجایا اور اپنی حکومت قائم کرنے کے لیے ان کی تلوار سے خون ٹپکنے لگا''(۲)

مزید لکھتا ہے کہ

''اپنے مشن کی نمایاں کامیابی جس نے سرزمین عرب کی سیاسی فضا کو یک دم بدل ڈالا اور جس سلسلہ میں انہوں نے لیڈر اور رہنما کا کردار ادا کیا۔۔۔انہوں نے جنگ کا جو بگل بجایا وہ حقیقی تھا ان کی تلوار سے خون ٹپکتا تھا اور اس طرح انہوں نے اسلامی جنگوں کا ایک نیا نقشہ اپنی مملکت میں پیش کیا اور یہی ان کے کردار کا ماحصل ہے''(۳)

اسی طرح منٹگمری واٹ ایک ایسا مستشرق ہے جو تاریخی واقعات کو مسخ کر کے پیش کرتا ہے اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ کے بعد مدنی زندگی اور جہاد کو لوٹ مار اور غارت گری سے تعبیر کرتا ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے کہ

''محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۶۲۲ء میں جب مدینہ چلے گئے تو مہاجرین میں سے چند ایک ان قبائلی ڈاکوں میں مصروف ہوئے۔ غالباً اس کا مقصد اوروں کو ترغیب دینا تھا تاکہ وہ بھی ان ڈاکوں میں شمولیت کریں جسے قرآن نے اللہ کے راستہ میں جہاد قرار دیا ہے''(۴)

ولیم میور مشہور مستشرق ،متعصب عیسائی ہے، ایک موقع پر وہ اسلام اور عیسائیت کی اخلاقیات کا تقابلی جائزہ پیش کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

''ہجرت سے پہلے محمد صلی اللہ علیہ وسلم بانگ دہل کہتے تھے کہ مذہب میں کوئی جبر نہیں لیکن جونہی انہوں نے قوت حاصل کی تو انہوں نے تلوار نکالی جسے پھر واپس نیام میں نہیں رکھا گیا اور ان کے پیروکار انہی کے نقش قدم پر چلتے رہے''(۵)

برطانوی اسکالر سٹینلے لین پول بھی اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی میں دیگر مستشرقین کی طرح کسی سے کم نہیں۔ وہ ان ہی کی روایتی اور اندھی پیروی کرتے ہوئے اسی خود ساختہ نظریہ کو اس طرح بیان کرتا ہے کہ:

''اسلام نے اس وقت کے مستقل اور عالم گیر دین کی حیثیت اختیار کی جب اس نے زرہ پہنی اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جنگجو دین بنا''(۶)

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کا مقالہ نگار مشہور مستشرق ڈی ایس مارگولیوتھ لکھتا ہے کہ:

''اسلام ہجرت کے آٹھویں سال سے تلوار کے زور سے پھیلایا گیا''(۷)

لبنانی مستشرق فلپ کے ہٹی، دین اسلام کو'دین حرب' قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

''اسلام نے ثابت کر دکھایا کہ جسے دنیا تسلیم کرتی آئی ہے۔ یہ ایک جنگجویانہ سیاست پر مبنی دین ہے''(۸)

مستشرق جارج سیل (George Sale) کا کہنا ہے کہ اگر مسلمانوں نے مکہ میں تلوار استعمال نہ کی تو اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ کمزور تھے اور ان کے دشمن طاقتور تھے، لیکن مدنی دور میں جونہی مسلمانوں کے پاس طاقت آئی انہوں نے جارحانہ رویہ اپنا لیا۔ موصوف لکھتے ہیں:

"But this great passiveness and moderation seems entirely owing to his want of power, and the great superiority of his opposers for the first twelve years of his mission; for no sooner was he enabled, by the assistance of those of Madina, to make head against his enemies, then he gave out, that God had allowed him and his followers to defend themselves against the infidels; and at length as his force increased, he pretended to have the divine leave even to attack them, and to destroy idolatry, and set up the true faith by the sword."(۹)

''لیکن یوں محسوس ہوتا ہے کہ اپنی دعوت کے پہلے بارہ سالوں میں آپ ﷺ کا یہ غیر مزاحمانہ اور معتدل رویہ محض اس وجہ سے تھا کہ آپ ﷺ بہت کمزور تھے اور آپ ﷺ کے مخالفوں کی طاقت آپ ﷺ کے مقابلے میں زیادہ تھی، کیونکہ جونہی آپ ﷺ اہل مدینہ کے تعاون سے اس قابل ہوئے کہ آپ ﷺ دشمن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر باتیں کر سکیں تو آپ ﷺ نے فوراً یہ اعلان کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے پیروکاروں کو کافروں کے خلاف اپنے دِفاع کی اجازت دے دی ہے اور جب آپ ﷺ کی طاقت میں اضافہ ہوا تو آپ ﷺ نے یہ بہانہ بھی کیا کہ آپ ﷺ کو دشمنوں پر حملہ کرنے، بت پرستی کو تباہ کرنے اور تلوار کے زور پر اپنے دین کو قائم کرنے کی اجازت بھی بارگاہِ خداوندی سے مل گئی ہے۔''

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جارج سیل(George Sale)عیسائیت اور اسلام کی دعوتی وتبلیغی فتوحات کا تقابلی جائزہ لینے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ اسلام صرف تلوار کے زور پر پھیلا ہے۔موصوف لکھتے ہیں:

"It is certainly one of the most convincing proofs that Muhammadism was no other than a human invention, that is owed its progress and establishment almost entirely to the sword; and it is one of the strongest demonstrations of the divine origin of Christianity, that is prevailed against all the force and powers of the world by the mere dint of its own truth."(۱۰)

’’اسلام کے انسانی ذہن کا اختراع ہونے کا یہ بہت بڑا ثبوت ہے کہ اسلام نے اپنی ترویج و اشاعت کے لئے کلیتاً تلوار پر انحصار کیا اور عیسائیت کے الہامی دین ہونے کی یہ بہت بڑی دلیل ہے کہ وہ محض اپنی صداقت کے زور پر دنیا کی تمام طاقتوں کی مخالفت کے باوجود زندہ رہا۔‘‘

مستشرقین کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ فتح بدر کے بعد ہی رسول اللہ ﷺ کے ذہن میں یہ خیال پروان چڑھا کہ دنیا کو طاقت کے زور پر اللہ کا مطیع بنایا جاسکتا ہے۔ٹارانڈرائے(Tor Andrae)کے بقول:

"The thought grew in him that the world must be compelled by force to obey Allah's words and commandments, if preaching did not succeed."(۱۱)

’’محمد ﷺ کے ذہن میں یہ خیال پروان چڑھنے لگا کہ اگر تبلیغ کا طریقۂ کار آمد ثابت نہ ہو تو دنیا کو اللہ کے احکام اور ہدایات کی فرماں برداری کے لیے طاقت کے زور پر مجبور کرنا چاہیے۔

ٹارانڈرائے (Tor Andrae) کی تحقیق کا نچوڑ یہی ہے کہ اسلام کی اشاعت کا اصل ذریعہ تلوار ہی ہے، وہ جنگِ بدر کے اثرات کو مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کرتا ہے کہ:

"The satisfaction and joy of victory increased the prophet's consciousness of his calling. The thought grew in him that the world must be compelled by force to obey Allah's word and commandments, if preaching did not succeed...thus, even at this time shortly after the battle of Bedr, the principle is formulated which for a season made the sword the principal missionary instrument of Islam."(۱۲)

’’فتح کی خوشی اور اطمینان نے محمد ﷺ کے دل میں اپنی دعوت کا احساس تیز تر کردیا، ان کے دل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر دنیا تبلیغ کے ذریعے خدا کے احکام کے سامنے نہیں جھکتی تو اسے بزورِ شمشیر ایسا کرنے پر مجبور کرنا چاہئے۔ بدر کی جنگ کے فوراً بعد طاقت کے استعمال کا اصول وضع کیا گیا، جس کی بنا پر ایک مدت تک تلوار ہی اسلام کی تبلیغ کا اصل ذریعہ رہی۔

رواداری اور سیکولرازم کی پرچار کرنے والی نام نہاد مہذب دنیا کی قائد ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی اعلیٰ ترین عدالت 'سپریم کورٹ' میں تاریخ عالم کی عظیم ترین قانون دہندہ شخصیت پیغمبر اسلام ﷺ کو ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں تلوار پکڑے پتھر پر نقش تصویر دکھایا گیا ہے جو اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں مغرب کی مسیحی دنیا کے اس خود ساختہ اور من گھڑت تصور کی مظہر ہے کہ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ، روادار فاتح نہ تھے۔ امریکی سپریم کورٹ جہاں ۱۹۳۳ء سے عام سیشن ہو رہے ہیں۔ اس کی اندرونی دیوار پر حضرت موسیٰ، حضرت سلیمان، کنفیوشس، شاریمان، جیسی دیگر قانون دہندہ شخصیات کے ساتھ پیغمبر اسلام ﷺ کی یہ خود ساختہ مفروضہ پر مبنی تصویر ۱۹۳۳ء سے تاحال آویزاں ہے۔ (۱۳)

حالانکہ مستشرقین کا یہ اعتراض اور تنقید کسی طور پر بھی درست نہیں ہے۔ اس لیے کہ مذہب اسلام اور نہ پیغمبر اسلام ﷺ کی تعلیمات میں اس کی گنجائش ہے۔ اگر غور کیا جائے تو اسلام کے تصورِ جہاد کے حوالے سے دو طرح کے نصوص سامنے آتے ہیں۔ ایک وہ احکام جن کا مفاد یہ ہے کہ اسلام ایک امن پسند مذہب ہے اور وہ اپنی اشاعت کے لئے طاقت کے استعمال کی قطعاً اجازت نہیں دیتا، بلکہ مذہب اور ضمیر کی آزادی ہر انسان کا بنیادی حق ہے۔ جہاد صرف دفاع اور دشمنانِ اسلام کے ظلم و جبر کے خاتمہ کے لئے مشروع ہے۔ انسانی جان کی حرمت دین کے نصوص کی رو سے صرف اس صورت میں ختم ہوتی ہے جب کوئی شخص دوسرے انسانوں کی جان کے درپے ہو یا فساد فی الارض کا مرتکب ہو مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

كَتَبْنَا عَلٰى بَنِىٓ اِسْرَآئِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِى الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا (۱۴)

''ہم نے بنی اسرائیل پر یہ مقرر کر دیا کہ جو کوئی کسی کو کسی جان کے عوض کے بغیر یا زمین پر فساد کے عوض کے بغیر مار ڈالے گا تو گویا اس نے سارے انسانوں کو قتل کر ڈالا اور جس نے کسی ایک جان کو بچا لیا، تو گویا اس نے سارے انسانوں کو بچا لیا۔''

اس اصول کا تقاضا یہ ہے کہ 'جہاد و قتال' کے معاملے میں کسی بھی گروہ کے خلاف جنگ کا اقدام صرف اسی صورت میں جائز ہو جب اس کی طرف سے فتنہ و فساد یا ظلم و عدوان اور تعدی کا ارتکاب سامنے آئے۔ چنانچہ قرآن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مجید نے جہاد وقتال کے حکم کی عمومی اہمیت بیان کرتے ہوئے اسی نکتے کو واضح کیا ہے:

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِيْنَ (۱۵)

''اور اگر اللہ بعض لوگوں کو بعض لوگوں کے ذریعہ سے دفع نہ کرتا رہتا تو روئے زمین پر فساد برپا ہوجاتا، لیکن اللہ تو جہان والوں پر بڑا فضل رکھنے والا ہے۔''

جہاد وقتال سے متعلق وہ تمام احکام جو دائمی اصول کی حیثیت رکھتے ہیں ان کو جہاد کے جواز کے لئے دشمن کی طرف سے ظلم وتعدی کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے کہ

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا (۱۶)

''اب ان لوگوں کو لڑنے کی اجازت دی جاتی ہے جن سے لڑائی کی جاتی ہے، اس لئے کہ ان پر بہت ظلم ہو چکا۔''

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ (۱۷)

''اور اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو، جو تم سے لڑتے ہیں اور حد سے آگے نہ بڑھو۔ بے شک اللہ تعالیٰ حد سے باہر نکل جانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهُ لِلّٰهِ (۱۸)

''اور ان سے لڑو، یہاں تک کہ فسادِ (عقیدہ) باقی نہ رہے اور دین سارے کا سارا اللہ ہی کے لئے ہو جائے۔''

یہ اور اسی نوعیت کے تمام نصوص جن کا تعلق آزادئ مذہب، صلح وامن اور فتنہ وفساد کے بغیر کفار سے تعرض نہ کرنے کی ہدایت سے ہے، ان کا تعلق شریعت کے دائمی اصولوں اور انسانی اخلاقیات سے ہے اور یہ احکام ہر حال اور ہر زمانے کے لئے ہیں۔

جہاں تک دوسری نصوص کا تعلق ہے، جن میں اسلام قبول نہ کرنے والے کفار کے ساتھ قتال کرنے اور انہیں مغلوب کرنے کا حکم ہے ان کا تعلق اللہ تعالیٰ کے قانونِ اتمامِ حجت سے ہے چنانچہ

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ (۱۹)

''مشرکوں کو قتل کرو، تم جہاں کہیں بھی ان کو پاؤ۔''

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (۲۰)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

’’ان لوگوں سے لڑو جو نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ آخرت کے دن پر۔‘‘

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَاتَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ (۲۱)

’’اور ان لوگوں سے لڑو، یہاں تک کہ فسادِ (عقیدہ) باقی نہ رہے اور دین اللہ ہی کے لئے رہ جائے۔‘‘

یہ اور اس نوعیت کی دوسری نصوص کا تعلق شریعت کی عام ہدایات سے نہیں ہے جن کا مخاطب امتِ مسلمہ کو بحیثیت مجموعی قرار دیا گیا ہو، بلکہ اس حکم کے دائرہ میں صرف وہی قومیں آتی ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنے قانون کے مطابق اتمامِ حجت کے بعد اپنے رسول اور اس کے ساتھیوں کو انہیں سزا دینے کا اختیار دے دیا ہو۔

اتمامِ حجت کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص یا گروہ پر حق اس طرح واضح کر دیا جائے کہ اس کیلئے غلط فہمی کا کوئی امکان نہ رہے اور حق کو جھٹلانے پر اگر اس کو سزا دی جائے تو وہ اپنے انکار کے لئے کوئی عذر نہ پیش کر سکے۔ اس اصول کا تعلق اللہ تعالیٰ کے قانونِ عدل و انصاف سے ہے اور قرآن مجید کے مطابق کسی قوم کو انکارِ حق کی پاداش میں عذاب، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتمامِ حجت کے بعد ملتا ہے۔ اس نکتہ کی وضاحت میں نصوص قرآنیہ موجود ہیں مثلاً:

رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا (۲۲)

’’ہم نے رسولوں کو خوشخبری سنانے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجا تا کہ لوگوں کے پاس رسولوں کے آنے کے بعد اللہ کے سامنے کوئی عذر باقی نہ رہ جائے اور اللہ تو بڑا ہی زبردست اور حکمت والا ہے۔‘‘

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا (۲۳)

’’اور ہم کبھی سزا نہیں دیتے جب تک کسی رسول کو بھیج نہیں لیتے۔‘‘

وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (۲۴)

’’اور (ہم رسول نہ بھی بھیجتے) اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ان (بدبختوں) پر ان کے کرتوتوں کے سبب کوئی مصیبت نازل ہو جاتی تو یہ کہنے لگتے کہ اے ہمارے پروردگار! تو نے ہمارے پاس کوئی رسول کیوں نہ بھیج دیا، کہ ہم تیرے احکام کی پیروی کرتے اور ایمان والوں میں ہوتے۔‘‘

وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى (۲۵)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"اور اگر ہم انہیں اس (قرآن) سے قبل ہی عذاب سے ہلاک کر دیتے تو یہ لوگ کہتے کہ اے ہمارے پروردگار! تو نے ہمارے پاس کوئی رسول کیوں نہ بھیجا، کہ ہم تیرے احکام کی پیروی کرنے لگتے، بجائے اس کے کہ ہم بے قدر اور رسوا ہوں۔"

اس لحاظ سے اسلامی تعلیمات میں کہیں بھی خون ریزی اور معاشرہ میں فساد برپا کرنے کی قطعاً گنجائش نہیں ہے۔ جہاں تک بعض روایات میں منقول ہے کہ ان سے اس وقت تک لڑو جہاں تک کہ لوگ اسلامی احکام بجا لا پائیں۔اس سے مراد مخصوص علاقہ جہاں مشرکین مکہ موجود تھے کیوں کہ حجت تمام ہو چکی تھی اور اب خدا تعالیٰ کے گھر کو پاک صاف کرنے کے لیے یہ حکم نازل ہوا کہ ان لوگوں سے جہاد کرو یہاں تک مذہب اسلام قبول کر لیں بصورت دیگر مکہ سے جلاوطن ہو جائیں۔ ان کے لیے اب یہاں رہنا درست نہیں ہے۔بہرحال مذہب اسلام کی اشاعت پر غزوات وسرایا کو بنیاد بنانا درست نہیں ہے جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں صراحت سے یہ واضح ہو چکا ہے۔ اس بات کی تائید اور تصدیق میں مختلف مسلم اور غیر مسلم دانشوروں سے ہوتی ہے اور انہوں نے اس بات کا اقرار کیا ہے کہ اسلام پر اس لحاظ سے الزام دینا بے جا ہے۔ ذیل کی سطور میں چند مسلم اور غیر مسلم دانشوروں کی آراء پیش کی جاتی ہیں جس سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام کی اشاعت محض جنگی مہمات سے نہیں ہوئی ہے، بلکہ مذہب اسلام کی حقانیت کے رونما ہونے سے ہوئی ہے مثلاً مفتی محمد شفیعؒ "اسلام اور تلوار کا افسانہ" کے عنوان کے تحت "پیغمبر امن اور سلامت" میں اس بے بنیاد تنقید کا جواب ان الفاظ میں دیتے ہیں کہ:

"اسلام کی اس حیرت انگیز ترقی سے تو موافق ومخالف ساری دنیا ہی حیرت زدہ ہے، یورپین مورخین کی کتابیں اس پر اظہار حیرت سے پر ہیں۔ کچھ متعصب لوگ ایسے بھی ہیں کہ جب ان کو کچھ سمجھ میں نہ آیا تو یہی کہنے لگے کہ اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے اور یہ ایسا جھوٹ ہے کہ شاید اس آسمان کے سائے میں ایسا بڑا جھوٹ کوئی نہ بولا گیا ہو۔ ساری باتوں سے قطع نظر کر کے کوئی پوچھے کہ جن لوگوں کو تلوار کی جھنکار اور تیروں کی بوچھاڑ کے سائے میں اسلام کا حلقہ بگوش بنا لیا گیا ہو، کیا ان کی یہی شان ہوتی ہے جو قرن اول کے عام مسلمانوں میں مشاہدہ کی جاتی تھی کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے ایسے فدائی ہیں کہ اس کے مقابلہ میں نہ مال و دولت کی پرواہ ہے نہ بیوی بچوں کی نہ اپنے تن من کی۔ اور کوئی پوچھے کہ تلوار کا کام تو اسلام کے بالکل آخری دس سالوں میں ہوا ہے۔ مکہ مکرمہ میں رہتے ہوئے جو اسلام کی اشاعت اور اس میں داخل ہونے والوں کی کثرت نے قریش مکہ کو خوف زدہ کیا تھا، اس وقت تلوار چل رہی تھی۔ ہاں اسلام سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

روکنے کے لیے ہر تلوار اور ہر طاغوتی قوت سرگرمی سے میدان میں آئی تھی۔ بلال حبشی رضی اللہ عنہ کے سینے پر پتھر رکھ کر ان کو احد کہنے سے روکا جاتا تھا۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پوچھنے پر طمانچے لگائے جاتے تھے۔ صہیب رومی رضی اللہ عنہ پر تیروں کی بوچھاڑ کی جاتی تھی۔ ہر مسلمان ہونے والے پر کوئی ستم نہ تھا جو نہ توڑا جاتا ہو مگر اللہ کے بندے تھے جوان طاغوتی قوتوں کے زیرِ سایہ موت سے کھیل کرتے ہوئے مسلمان ہو رہے تھے .... یہ بھی سوچئے کہ تلوار تو جب ہی چلی ہو گی جب تلوار چلانے والوں کا کوئی جتھہ کوئی قوت پیدا ہو گئی ہو گی۔ تو کوئی پوچھے کہ ان تلوار چلانے والوں کو کس تلوار نے اسلام کا ایسا فدائی بنا دیا تھا کہ سر سے کفن باندھ کر ہر میدان میں سربکف کھڑے نظر آتے تھے۔ (۲۶)

"The Messenger of Islam" کا مصنف یورپی سیرت نگار آر وی سی باڈلے لکھتا ہے کہ

''حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جہاد کی تعلیم سے متعلق زیادہ تر غیر مناسب اعتراضات کیے گئے ہیں۔ ان سوانح نگاروں نے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ جھوٹا نبی خیال کرتے ہیں انہوں نے یہ کوشش کی ہے اور ایسا ظاہر کیا ہے کہ گویا مذہبی جنگ کی تبلیغ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی کی ہے۔ غالباً وہ لوگ یہ بھول جاتے ہیں کہ زمانہ قدیم سے زیادہ تر جنگوں کا اصل یا ثانوی محرک مذہب ہی رہا ہے۔ اگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد نامہ عتیق (زبور و توریت) کا مطالعہ کیا ہوتا تو آپ فوراً دیکھ لیتے کہ دو ہزار سال قبل حضرت موسیٰ نے بھی جنگیں لڑی تھیں اور وہ علاقے اہل قریش سے ہونے والی جنگ کے مقام سے کوئی بہت زیادہ دور نہ تھے اور آگے بڑھتے تو آپ کو معلوم ہوتا کہ اسرائیلی ججوں اور بادشاہوں نے مذہب کے نام پر جنگیں لڑنے کے علاوہ اور کوئی کام ہی نہیں کیا۔ آپ یہ بھی جان لیتے کہ ان جنگوں میں کس قدر قتل عام ہوا تھا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی جنگی کارائیوں میں زخمیوں اور مقتولین کی تعداد ان کے مقابلہ میں صرف ایسی نظر آتی ہے جیسے کہ فٹ بال کے میدان میں ایک دو حادثے ہو جائیں۔ (۲۷)

اگر اسلام کے دورِ اوّل میں بلا امتیاز تمام لوگوں کو تلوار کے زور پر زبردستی مسلمان بنا لیا جاتا تو پھر کم از کم سرزمین عرب میں یہودی اور عیسائی مذہب کا کوئی وجود باقی نہیں رہنا چاہیے تھا، لیکن یہ ایک امر واقعہ ہے کہ تاریخ کے کسی بھی دور میں یہودی اور عیسائی مذاہب سرزمین عرب سے معدوم نہیں ہوئے۔ خود مستشرقین کا انصاف پسند حلقہ اس حقیقت کا اعتراف کرتا ہے کہ اسلام کی ترقی میں تلوار کا کوئی کردار نہیں تھا اور نہ ہی لوگوں کو زبردستی دین تبدیل کرنے پر مجبور کیا گیا چنانچہ (John Bagot Glubb لکھتا ہے کہ:

"We are thus obliged to admit that in the early arab conquests,

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

Jews and christians were not compelled by them to become muslims, nor indeed did they do so. For many generations after the conquest, the majority of Syrians retained the christian faith. Indeed, the Lebanese have continued to do until the present day."(۲۸)

''ہم یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہیں کہ ابتدائی عرب فتوحات کے زمانے میں یہودیوں اور مسیحیوں کو نہ مسلمان بننے پر مجبور کیا گیا اور نہ ہی وہ مسلمان ہوئے۔فتوحات کے بعد کئی نسلوں تک شام کے مسیحیوں کی اکثریت اپنے مذہب پر قائم رہی بلکہ لبنانی مسیحی تو آج تک اپنے مسیحی مذہب پر قائم ہیں۔

دورِ اوّل کی اسلامی تاریخ کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ نہ صرف یہود و نصاریٰ کو مکمل مذہبی آزادی حاصل تھی بلکہ ان کو اپنے قوانین کے مطابق فیصلے کرنے کا پورا حق حاصل تھا اور مزید لکھتا ہے کہ:

"Not only so, but Jews and christians were pirmitted to observe their own laws, which were applied by their own judges.According to muslim ideas, law arose from religion. Their own laws were derived from the Qoran and the traditions. If,therefore, Jews and christians were not to be obliged to become muslims, it followed that they should not be compelled to observe muslim laws.Each religion should follow the laws prescribed by its own faith."(۲۹)

''نہ صرف یہ، بلکہ یہودیوں اور مسیحیوں کو اپنے قاضیوں سے فیصلے کروانے کی بھی اجازت حاصل تھی۔مسلم تصورات کے مطابق، قانون کا منبع مذہب ہوتا ہے، خود مسلمانوں کے قوانین قرآن اور احادیث سے ماخوذ تھے، اس لیے یہودی اور مسیحی اسلام قبول کرنے کے پابند نہیں تھے، اس لیے انھیں اسلامی قوانین کی پابندی پر بھی مجبور نہیں کیا جا تا تھا اور ہر مذہب کے پیروکار اپنے مذہبی قوانین کی پیروی کرتے تھے''۔

تھامس کارلائل(Thomas carlyle) پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر لگائے جانے والے اس الزام کی تردید کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

"Much has been said of Mahomet's propagating his religion by the sword...The sword indeed: but where will you get your sword! Every new opinion, at its starting, is precisely in a minority of one. In one man's head alone, there it dwells as yet. One man alone of the whole world believes it; there is one man against all men. That he take a sword and try to propagate with that, will do little for him. You must

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

first get your sword. On the whole, a thing will propagate itself as it can. We do not find, of the christian religion either, that it always disdained the sword, when once it had got one. Charlemagne's conversion of the Saxons was not by preaching."(30)

''اس بات کو بہت ہوا دی گئی ہے کہ محمد ﷺ نے اپنے دین کو تلوار کے زور سے پھیلایا... اگر دین تلوار کے زور سے پھیلا تھا تو دیکھنا یہ ہے کہ وہ تلوار آئی کہاں سے تھی۔ ہر نئی رائے آغاز میں صرف ایک اکیلے شخص کے ذہن میں جنم لیتی ہے۔ ابتدا میں صرف ایک شخص اس رائے پر یقین رکھتا ہے۔ ایک آدمی ایک طرف ہوتا ہے اور ساری انسانیت دوسری جانب۔ ان حالات میں وہ اکیلا آدمی تلوار لے کر کھڑا ہو جائے اور اپنی رائے کی تبلیغ تلوار کے زور سے شروع کر دے تو کچھ بھی نہیں کر سکے گا۔ پہلے تلوار حاصل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ مختصر یہ کہ ابتدا میں ہر چیز اپنی استطاعت کے مطابق اپنا پرچار خود کرتی ہے۔ عیسائی مذہب کے متعلق بھی تاریخ ہمیں یہ نہیں بتاتی کہ جب تلوار اس کے ہاتھ میں آ گئی تو اس کے بعد بھی اس نے ہمیشہ اس کے استعمال سے پرہیز کیا۔ شارلی مانڈ نے سیکسن قبائل کو تبلیغ کے ذریعے عیسائی نہیں بنایا تھا۔''

اسی طرح مستشرق ٹی ڈبلیو آرنلڈ اسلام کی اشاعت کے اسباب و عوامل بیان کرتے ہوئے بیان کرتا ہے کہ:

''روئے زمین کے اس قدر وسیع حصے میں اسلام نے جو اشاعت پائی ہے۔ اس کے کئی معاشرتی، سیاسی اور مذہبی اسباب ہیں مگر سب سے قوی سبب اس عظیم الشان کامیابی کا یہ ہے کہ مسلمان مبلغین نے اس بارے میں بے انتہا کوششیں کی ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کا اسوہ حسنہ ان کے سامنے تھا چنانچہ انہوں نے کفار اور مشرکین کو دائرہ اسلام میں لانے کے لیے اپنی قوتوں کو بے دریغ صرف کیا ہے۔ (۳۱)

مزید برآں موصوف 'جہاد' کے عنوان کے تحت لکھتا ہے کہ:

''قرآن میں کہیں ایسی آیات نہیں جن میں کسی طرح جبری تبدیل مذہب کا حکم پایا جائے۔ (۳۲)

مستزاد لکھتے ہیں کہ:

''اگر اسلام کے تبلیغی جوش کا ثبوت تلاش کرنا ہو تو اسے کسی جابر شخص کی ایذا رسانی یا متعصب آدمی کے غیظ و غضب میں ڈھونڈنا عبث ہے۔ اسی طرح مسلم مجاہد کی وہ خیالی تصویر بھی حقیقت سے بہت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دور ہے جس کے ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں قرآن دکھایا گیا ہے۔ اسلام کی صحیح روح کا مظہر وہ مسلمان مبلغ تاجر ہیں جنہوں نے نہایت خاموشی کے ساتھ اپنے دین کو روئے زمین کے ہر خطے میں پہنچایا ہے۔ تبلیغ دین کے پرامن طریقے صرف اس زمانہ میں اختیار نہیں کیئے گئے جب کہ سیاسی حالات نے جبر واکراہ کے استعمال کو ناممکن یا خلاف مصلحت بنادیا تھا بلکہ قرآن شریف کی بہت سی آیات میں ایسے پرامن طریقوں کی سخت تاکید کی گئی ہے۔ (۳۳)

اسی طرح عربوں کی رواداری بیان کرنے کے ضمن میں رقم طراز ہے کہ:

''عربی تسلط کے ابتدائی دور میں کسی شخص کو جبراً مسلمان بنانے یا اس پر مذہبی تعصب کی بنا پر تشدد کرنے کا کوئی واقعہ ہمارے علم میں نہیں آیا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ عربوں نے عیسائی مذہب کے بارے میں رواداری کی جو روش اختیار کی تھی اس نے ملک گیری میں ان کے لیے بڑی آسانی پیدا کردی تھی۔ (۳۴)

بہر حال مستشرقین کی اسلام کے تلوار کے ذریعے اشاعت کو ایک اور پہلو سے بھی رد کیا جانا آسان ہے کہ اسلام کی پوری تاریخ اس حقیقت کی غماز ہے کہ تاریخ کے کسی بھی دور میں بطور ایک مذہبی حکم کے لوگوں کو اسلام پر مجبور نہیں کیا گیا اور اسلامی قوانین میں جزیہ کے احکام کا موجود ہونا بذاتِ خود اس حقیقت کا واضح ثبوت ہے کہ اسلام دیگر مذاہب کے وجود کو تسلیم کرتا ہے۔

(۲) مستشرقین کا دوسرا نقطۂ اعتراض کہ پیغمبر اسلام ﷺ کے جنگی مہمات میں بعض بے گناہ افراد کو قتل کیا گیا جو کسی بھی مذہب وقانون میں درست نہیں ہے۔ تو یہ دعوی کرنا کیسا درست ہوگا کہ غزوات وسرایا کے ذریعے معاشرہ میں قیام امن ہوا ہے اور لوگوں کو امن وسکون میسر ہوا ہے بلکہ یہ کہنا درست ہوگا کہ معاشرہ میں فساد اور خون ریزی ہوئی ہے مثلاً پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے آپ کے اصحاب کے ہاتھوں یہودی سردار جن میں کعب بن اشرف (۳۵) اور ابورافع سلام بن ابی الحقیق (۳۶) کا قتل اس کی واضح تاریخی مثالیں موجود ہیں اور اس نقطۂ اعتراض کو مشہور مستشرق سرولیم میوران الفاظ میں نقل کرتے ہیں کہ:

"Muhammad accorded a general permission to his followers to slay them (jews) wherever met."(۳۷)

''محمد ﷺ نے اپنے پیروکاروں کو اس بات کی عام اجازت دے دی کہ وہ یہودیوں کو جہاں بھی پائیں، قتل کرڈالیں۔''

اگر غور کیا جائے تو اس اعتراض کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور تاریخی حقائق پر پردہ ڈالنے کو ناکام کوشش ہے۔ اس لیے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ تاریخی طور پر یہ ثابت ہے کہ ان لوگوں کا قتل مدینہ میں قیام امن کے لیے انتہائی ضروری تھا اور اس کا حقیقت کا بیان مسلم دانشوروں کی طرح غیر مسلم دانشور بھی تسلیم کرتے ہیں اور ان کی تاریخی عبارات اس پر واضح شواہد ہیں اور اس اعتراض کی تنقیح وتردید مختلف اعتبارات سے کرتے ہیں مثلاً:

(i) پیغمبر اسلام ﷺ اور یہودیوں کے مابین معاہدہ تھا کہ وہ مسلمانوں کے حلیف ہیں اور وہ اہل مکہ کے ساتھ کوئی تعاون نہیں کریں گے اور اس حقیقت کا اعتراف مستشرق منٹگمری واٹ بھی کرتا ہے کہ

"As allies of the Arab clans the jews were in a sense included in the new community at Medina. There may even have been a direct treaty between some of them and Muhammad."(۳۸)

''عرب قبائل کا حلیف ہونے کی وجہ سے یہودی ایک لحاظ سے مدنی معاشرہ کا حصہ تھے۔ ممکن ہے ان میں سے بعض کے محمد ﷺ کے ساتھ براہِ راست معاہدے بھی ہوں۔''

اسی طرح مستشرق ولیم میور نے بھی اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ ہجرت کے تھوڑا ہی عرصہ بعد مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان ایک دفاعی معاہدہ طے پا گیا تھا کہ

"No concession was too great that might secure the countenance and allegiance of the jews. Accodringly, not long after his arrival, Mahomet entered into a treaty with them, which, both offensive and defensive guaranteed their safety and independence"(۳۹)

''یہودیوں کی حمایت اور وفاداری حاصل کرنے کی خاطر انہیں کوئی سہولت دینا بھی کوئی خسارے کا سودا نہ تھا، اس لئے محمد ﷺ نے مدینہ پہنچنے کے بعد جلد ہی ان سے دفاع اور جنگ کا ایک معاہدہ کیا، جس کے مطابق ان کی آزادی اور سلامتی کی ضمانت دی گئی۔''

لہذا جب دستوری طور پر مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان معاہدہ طے پاچکا تھا اس کے باوجود پھر معاندانہ رویہ اختیار کرنا اور مسلمانوں کے خلاف انتقامی کاروائی کے لیے اکسانا بغاوت اور معاہدہ کی خلاف ورزی ہے۔ اس حقیقت کا اعتراف بعض معترضین نے بھی کیا ہے کہ یہودی سرداروں میں کعب بن اشرف نے اس روش کو اپنایا اور قریش مکہ کو مسلمانوں سے انتقام لینے پر ابھارا چنانچہ ٹارانڈرائے (Tor Andrae) لکھتے ہیں کہ

"This was the poet Ka,b ibn Al-Ashraf, who, after the battle of Badr, had the audacity to go to Mecca, where he sought to incite the Quraish to revenge by this sarcastic poems."(۴۰)

''یہ شاعر کعب بن اشرف ہی تھا جو جنگ بدر کے بعد جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے مکہ گیا، جہاں اس نے ہجو پر مبنی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اپنے قصیدوں کے ذریعے سے قریش کو انتقام لینے پر برانگیختہ کیا۔

اسی نوعیت کے الفاظ مستشرق منٹگمری واٹ (Montgomery Watt) سے بھی نقل ہوئے ہیں کہ

"When he heard the news of Badr, he set out for Mecca, and by his verses helped to rouse the Meccans to greif and anger and the desire for revenge."(۴۱)

''جب اس نے میدانِ بدر میں مسلمانوں کی کامیابی کی خبر سنی تو وہ مکہ روانہ ہوا اور اس نے اپنی شاعری کے ذریعے اہلِ مکہ کو برانگیختہ کیا اور انتقام پر ابھارا۔''

چنانچہ تاریخی واقعات کی روشنی میں اسی طرز کا حال یہودی سردار ابورافع سلام بن ابی الحقیق کا تھا جو مسلسل سازشوں میں مشغول تھا اور یہاں تک کہ اس کی ان معاندانہ سرگرمیوں کی وجہ سے اسلامی ریاست کا وجود خطرے میں پڑ گیا تھا۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ ابورافع سلام بن ابی الحقیق کی مسلم معاندانہ روش پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"انه كان ممن اعان غطفان وغيرهم من مشركى العرب بالمال الكثير على رسول الله ﷺ "(٤٢)

یہ ان لوگوں میں سے تھا جنھوں نے آنحضرت ﷺ کے خلاف غطفان اور دوسرے مشرکین عرب کی مالِ کثیر سے مدد کی تھی۔

ابورافع نے غزوہ احزاب کے موقع پر قبائل عرب کے جنگی اخراجات اور لشکر کی تیاری میں بھرپور تعاون کیا اور چنانچہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوہ احزاب کا ایک بڑا سبب یہی شخص تھا۔(۴۳)

ابورافع یہودی سردار کے باغیانہ کردار پر سید امیر علی (م ۱۹۲۸ء) یوں رقم طراز ہیں کہ

"Another jew of the Nazir,Abu Rafe Sallam, son of Abu,l Hukaik, was equally wild and bitter against the muslamans.He inhabited,with the fraction of histribe,the territories of Khaiber, four or five days'journey to the north-west of Madina. Detesting Mohammad and the muslamans,he made use of every endeaivour to excite the neighbouring Arab Tribes,such as the Sulaim and the gatafan against them."(۴۴)

''بنو نضیر کا ایک اور یہودی ابورافع سلام بن ابی الحقیق بھی مسلمانوں کا اتنا ہی جانی دشمن تھا۔ وہ اپنے قبیلے کی ایک شاخ کے ساتھ خیبر کے علاقے میں رہتا تھا جو مدینے کے شمال مغرب کی طرف چار پانچ دن کی مسافت پر واقع تھا۔ اسے آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں سے اتنی نفرت تھی کہ اس نے ہمسایہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عرب قبائل مثلاً سلیم اور غطفان کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے میں ہر طرح کے جتن کیے۔

(ii) پیغمبر اسلام ﷺ کے ساتھ نقض عہد کے علاوہ ان دونوں یہودی سرداروں نے بعض بھیانک قسم کی وارداتیں کیں ان میں بالخصوص مسلمانوں کے عزت و آبرو کو پامال کرنا اور پیغمبر اسلام ﷺ کو قتل کرنے کی سازش کرنا شامل رہیں۔ لہذا ان دو بڑے اسباب کی بنا پر ان دونوں کا قتل مدنی معاشرہ میں قیام امن کے لیے انتہائی ناگزیر تھا۔

نبی کریم ﷺ کی زندگی کے ایک مخصوص واقعہ کو لے کر یہ شبہات پیدا کرنا اور تنقید کرنا کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے لوگوں کو امن وسکون میسر کرنے کی بجائے فتنہ وفساد کو پروان چڑھایا، سراسر خلافِ حقیقت ہے۔ اس لیے کہ ان یہودیوں سرداروں نے بہت سی ایسی سرگرمیاں اختیار کیں، جو انتہائی ظلم وزیادتی پر مبنی تھی۔ ان میں نقض عہد، مسلمانوں کے خلاف اہل مکہ کو برانگیختہ کرنا، پیغمبر اسلام ﷺ اور اہل اسلام کی عزت وناموس کو پامال کرنا، غزوہ خندق کے موقع پر بنوغطفان اور بنوسلیم کو سامان رسد کے ذریعے مدد فراہم کرنا، اور غزوہ خندق کا بنیادی سبب بننا جیسی بہت سی خلاف دستور سرگرمیاں اور حقائق موجود تھے۔ جس کی بنیاد پر نبی کریم ﷺ نے ان لوگوں کے قتل کا حکم دیا تا کہ معاشرہ میں امن وسکون ہو سکے۔ اس طرح یہ الزام دینا کہ نبی کریم ﷺ کو مدینہ میں قوت حاصل ہو جانے کے بعد ناحق قتل کرائے اور انتقامی کاروائیوں میں حصہ لیا ہے، تاریخی حقائق کے سراسر خلاف ہے۔

(۳) ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے امن کی بجائے ہمیشہ جنگ وجدل کو ترجیح دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مختصر عرصہ میں بہت سی جنگیں ہوئیں اور لوگوں کا قتل عام ہوا اور تمام تر جنگوں کے اسباب وعوامل اہل اسلام کی طرف سے رہے ہیں۔

مستشرقین کا یہ کہنا کہ نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس پر جنگی جنون اور فتنہ وفساد برپا کرنے کا الزام ثابت کرنا کسی اعتبار سے بے بنیاد ہے۔ اس لیے نبی کریم ﷺ کی سیرت اور کردار سے پوری طرح واضح اور نمایاں ہے کہ آپ نے ہمیشہ امن کو ترجیح دی ہے اور اس بات کا اعتراف بعض غیر مسلم دانشور نے بھی کیا ہے اور اسی طرح عملی طور پر یہ حقیقت ثابت ہے۔ چنانچہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بعض مسلم اور غیر مسلم دانشوروں کے اقوال و آراء ذکر کیے جائیں، جنہوں نے آپ ﷺ کو امن کا پیامبر کہا ہے جس سے اعتراض کی حقیقت نمایاں ہو جائے گی مثلاً

غیر مسلم ہندو ادیب اور سیرت نگار سوامی لکشمن پرشاد صلح حدیبیہ پر "فتح مبین" کے عنوان کے تحت لکھتا ہے کہ

"صلح حدیبیہ بظاہر حضور انور ﷺ نے نہایت ذلت آمیز شرائط پر کی تھی مگر اس میں ایک نہایت گہری حکمت خداوندی مضمر تھی جسے سمجھنے کے لیے حضرت ﷺ جیسے نبی برحق کے دماغ کی ضرورت تھی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عام مسلمان اس صلح کو اپنی ذلت کا ایک نہایت افسوس ناک مظاہرہ سمجھتے تھے۔ اس لیے خداوند کریم وبصیر نے عام مسلمانوں کے اطمینان کی خاطر اور آسودگی قلب کے لیے ایک آیت نازل فرمائی۔ جس میں صلح حدیبیہ کو ایک قسم کی 'فتح مبین' سے تعبیر کیا گیا۔ اس سے کچھ مسلمانوں کا تشویش واضطراب تو دور ہو گیا مگر کچھ بدستور پریشان رہے لیکن مستقبل قریب ہی میں پیش آنے والے واقعات نے اس بات پر مہر توثیق ثبت کر دی کہ صلح حدیبیہ واقعی ایک فتح مبین ہی کا پیش خیمہ تھی۔ اس کی ذلت آمیز شرائط ہی میں ملک وملت کے لیے امن وامان اور انسانی فلاح وبہبود کا راز مضمر تھا۔ بعد میں پیش آنے والے واقعات سے قطع نظر اس وقت بھی اگر بنظر عمیق دیکھا جاتا تو یہ صلح جسے عام مسلمان اپنی 'شکست فاش' قرار دے رہے تھے، انہیں فتح مبین ہی نظر آتی۔ اسلام کی جنگ وجدال، صلح وآشتی اور امن وامان کے لیے مخصوص تھی، پھر جب ان شرائط پر بغیر تلوار کو میان سے نکالنے کے خون ریزی کا سد باب ہو گیا تو یہ اسلام کی فتح ہوئی یا شکست؟ اسلام کی سب سے بڑی ظفر مندی نہیں کہ وہ ملک کو شعلہ زار جنگ وجدال بنا دے بلکہ اس کی سب سے بڑی ظفر مندی شعلہ زار جنگ وجدال کو فردوس زار امن ورافت میں تبدیل کرنا ہے۔ اس حقیقت کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بلند نظری نے دیکھ لیا تھا اور ان شرائط پر جنھیں عربوں کی اقتدار پسند طبیعت ذلت آمیز قرار دے رہی تھی، صلح وآشتی کا معاہدہ مترتب کر کے ملک کو جنگ کی شعلہ ریزیوں اور خونچکانیوں سے ایمن کر دیا تھا۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ذرا سی اقتدار پسندی کے جذبے سے بھی کام لیتے تو ہزاروں سر تن سے جدا ہو جاتے، سینکڑوں عورتیں بیوہ اور سینکڑوں بچے یتیم ہو جاتے۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے اپنے متبعین مخلصین کی کثرت رائے کی بھی پروانہ کرتے ہوئے بغیر تیر تلوار کے وہ حیرت انگیز کارِ نمایاں کر دکھایا جسے جنگویانِ اسلام تیر وتلوار کی قوت سے بھی سرانجام نہ دے سکتے اور ساتھ ساتھ یہ "ذلت آمیز شرط" بھی کہ اگر مسلمانوں کا کوئی آدمی مدینہ سے مکہ آجائے تو قریش اسے مسلمانوں کو واپس نہ دیں گے لیکن اگر قریش کا کوئی آدمی مدینہ آجائے تو مسلمانوں کو واپس دینا ہوگا، زیادہ دیر قائم نہ رہ سکی اور کچھ ایسے حالات پیش آئے کہ خود قریش اس کے منسوخ کر دینے پر مجبور ہوئے"۔(۴۵)

ایک اور غیر مسلم دانشور کے ایس راما کرشنا راؤ لکھتے ہیں کہ:

"ایک عام کہاوت ہے کہ ایک دیانت دار اور ایمان دار آدمی شریف اور معزز ترین شاہکار الٰہی ہوتا ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم دیانت داری اور ایمان داری میں بہت اعلیٰ اور ارفع تھے۔ اپنے نہاں خانہ دل تک وہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انسانیت دوست اور انسانیت نواز تھے۔ انسانی ہمدردی اور انسانی الفت ورافت آپ کی روح کی غذا تھی۔ خدمت انسانیت، ارتقائے انسانیت، تزکیہ انسانیت، تعلیم انسانیت اور اگر لفظ واحد میں بیان کیا جائے تو انسان کو صحیح معنی میں انسان بنانا۔ یہی آپ کا مشن کا مقصد وحید تھا۔ خیالات میں اور قول وفعل میں انسانیت کی فلاح و بہبود آپ کی روح دروں کی آواز تھی اور آپ کا واحد رہنما اصول تھا۔ آپ انتہائی صلح جو اور انتہائی بے غرض اور بے لوث انسان تھے صرف اللہ کے بندے اور رسول۔ بندہ الٰہی پہلے اور بعد میں رسول"(۴۶)

مسلم دانشور مولانا غلام غوث ہزاروی اس بارے میں فرماتے ہیں کہ:

"آپ ﷺ کے سفر حدیبیہ کا مقصد عمرہ، امن اور جنگ بندی قرار پایا۔ چنانچہ آپ نے صحابہ کرام کے ساتھ احرام باندھا۔ قربانیاں ساتھ لیں اور صرف قافلے والوں جیسے ہتھیار ساتھ رکھے اور جب مکہ معظّمہ کے قریب قریش کا لشکر آتے دیکھا تو سارا راستہ بدل کر اور تکلیف دہ راستہ اختیار کر کے حدیبیہ پہنچ کر مذاکرات کا سلسلہ شروع کر دیا۔ جب قریش کا ایک دستہ حملہ آور ہوا اور ان کو صحابہ کرام نے گرفتار کر کے آپ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے ان سب کو رہا کر دیا۔ آخر ایسی شرطیں مان کر معاہدہ امن کیا جن کو صحابہ بھی ذلت آمیز سمجھتے رہے۔ مگر آپ کا مقصد قریش پر بلکہ عوام پر اخلاقی اثرات ڈالنا اور تبلیغ اسلام کے لیے امن کا راستہ ہموار کرنا تھا...... بہر حال آپ نے مقصد سفر سے باوجود اشتعال انگیزی کے انحراف نہیں فرمایا"(۴۷)

اسی طرح بریگیڈیر (ر) گلزار احمد لکھتے ہیں کہ:

"حدیبیہ کو جنگ وجدال کی تاریخ میں ایک نمایاں مقام حاصل ہے اور آنے والے سپہ سالاروں اور مسلمان خطوں کی خارجی پالیسی بنانے والوں کے لیے مشعل کا کام دیتی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اسے 'فتح مبین' کا نام دیا ہے۔ فتح یہ اس لحاظ سے ہے کہ اس صلح نامے نے یہ ثابت کر دیا کہ حق وصداقت بالآخر فتح یاب ہوتے ہیں اور حق وصداقت کی بہر حال مدد کی جانی چاہیے، چاہے اس کے اثرات کسی کے ذاتی مفادات سے کتنے ہی کیوں نہ ٹکرائیں۔ نبی ﷺ کا بظاہر ناموافق شرائط کو تسلیم کر لینا، دراصل اپنے مقصد (امن) کے حاصل کرنے کی طرف اقدام تھا، یعنی اسلام کا پیغام امن اپنے دشمنوں تک پہنچانا اور پھر بالآخر ان کے ذریعے سے پوری انسانیت تک پہنچانا۔ جیسا کہ ایک مورخ نے بیان کیا کہ "اسلام میں کوئی سابقہ فتح اس فتح سے زیادہ عظیم نہیں تھی"۔ جب جنگ بندی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہو گئی اور جنگ پر قدغن لگ گئی تو لوگ احساس تحفظ کے ساتھ ایک دوسرے سے ملنے اور مشورے کرنے لگے۔ ان دو سالوں میں دگنے بلکہ دگنے سے بھی کہیں زیادہ لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے، جو اس سے پہلے سالوں کی نسبت کہیں زیادہ تھے۔ اس صلح نامے نے مسلمانوں پر اشاعت اسلام کے لیے نئے آفاق کھول دیے۔ اب وہ اپنا پیغام امن پوری دنیا کو پہنچا سکتے تھے۔ نبی ﷺ نے پڑوسی ریاستوں کو اسلام کی دعوت دیتے ہوئے عظیم اخوت اسلامی میں شامل ہونے کے نامے ارسال فرمائے"(۴۸)

اور اس بارے میں بریگیڈیر ایس کے ملک لکھتے ہیں کہ:

"قریش نے صلح نامہ حدیبیہ کو اپنے حق میں عظیم فتح سمجھتے ہوئے خوشیاں منائیں جب کہ اس کے برعکس قرآن حکیم نے اسے مسلمانوں کے لیے فتح مبین قرار دیا۔ اس صلح کے مکمل اثرات بعد میں ظہور پذیر ہوئے۔ اس معاہدے میں قریش کے پیش نظر جو مفاد تھا وہ اس کے علاوہ کچھ نہیں تھا کہ انہیں تحفظ مل جائے اور مکہ اور شام کے درمیان انہیں تجارتی شاہراہ کو بلا روک ٹوک استعمال کرنے کی ضمانت مل جائے۔ مسلمانوں کے مفادات اس سے کہیں زیادہ تھے: اول تو یہ کہ قریش نے ملک عرب میں سیاسی قوت کے استعمال میں مسلمانوں کو اپنے برابر کا حصہ دار تسلیم کر لیا تھا۔ دوم یہ کہ مسلمانوں کو اگلے سال حج کی ادائیگی کے حق کا یقین ہو گیا تھا۔ سوم یہ کہ نبی ﷺ کو تبلیغ اسلام کے لیے آس پاس سکے بدوی قبائل نے اسلام قبول کر لیا جس سے اہل مکہ تنہا اور بے یارومددگار رہ گئے۔ چہارم یہ کہ صلح نامے کی دفعہ نمبر۲ جو بظاہر مسلمانوں کے لیے ناگوار تھی، اشاعت اسلام میں بڑی ممد ثابت ہوئی، وہ اس طرح کہ جو بھی کافر مکہ سے مدینہ بھاگ کر جاتا، اسے ازروئے معاہدہ واپس کر دیا جاتا اور وہ واپس مکہ جا کر مسلمانوں کے اخلاق عالیہ اور سنہری تعلیمات اسلام کے گن گاتا جس کی اثر پذیری، بہرحال وہاں اپنا رنگ لاتی۔ اس طرح اشاعت اسلام کے دروازے خود بخود کھلتے گئے۔ پنجم یہ کہ اس صلح نامے نے مسلمانوں کو خیبر اور شمالی عرب کے یہودی قبائل سے نمٹنے کے لیے موقع فراہم کیا"۔(۴۹)

اسی طرح بیشتر تاریخی حقائق ہیں جن میں جناب نبی کریم ﷺ نے بعض دیگر مواقع پر بھی جنگ وجدل کی بجائے اپنے سپہ سالاروں کو امن و مصالحت کو ترجیح میں لانے کی ہدایت فرمائی تھیں جیسا کہ غزوہ خیبر کی مہم کے دوران میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو پیغمبر امن ﷺ نے تاکید فرمائی تھی کہ:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''اے علی! اگر تمہارے ذریعے سے ایک شخص کو بھی اللہ تعالیٰ نے ہدایت دے دی تو یہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہوگا''(۵۰)

اسی طرح اس حقیقت کی وضاحت پیامبر امن صلی اللہ علیہ وسلم کی آٹھ سالہ جنگی کاروائیوں میں ہونے والے جانی نقصان کے اعداد وشمار کو پیش نظر رکھنے سے بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری دس سالہ زندگی کے آٹھ برس میں پیش آنے والی بیاسی (۸۲) کاروائیوں اور مہمات میں ہر دو جانب کام آنے والے افراد کی کل تعداد ایک ہزار اٹھارہ (۱۰۱۸) ہے۔ (۵۱) حالانکہ جس زمانے میں انتقام در انتقام کی شکل میں ہونے والی طویل جنگوں میں لاکھوں انسانوں کی ہلاکت ایک معمولی بات سمجھی جاتی تھی تو کس طرح یہ دعوی کیا جا سکتا ہے کہ پیامبر آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ جنگ وحرب کو ترجیح دی اور قتل عام کو پروان چڑھایا ہے۔لہذا یہ کہنا تاریخی حقائق وواقعات سے لاعلمی اور چشم پوشی کی دلیل ہے حالانکہ ان مذکورہ مسلمات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اعتراف کرنا انتہائی ضروی معلوم ہوتا ہے کہ پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ امن وآشتی کو پروان چڑھایا اور فروغ امن سے متعلق نظریات کو مقبولیت دی۔

خلاصۂ بحث

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جنگی مہمات کا نصب العین خون ریزی اور قوت کی بنیاد پر لوگوں کو اپنے مذہب وملت میں شامل کرنا نہیں رہا بلکہ افراد کے دل ودماغ میں نظام امن کی بحالی اور عامۃ الناس کے بنیادی حقوق کو تحفظ فراہم کرنا تھا۔چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جنگی مہمات میں ظلم اور بلا جواز تشدد کی ممانعت، مظلوم کی مدد، عہد شکنی سے گریز، غیر حربی افراد نیز بوڑھوں، بچوں، خواتین، تاجروں، کسانوں اور خدمت گزاروں کے قتل سے ممانعت، املاک کی تباہ کاری، انسانی جان کا مثلہ، قتل اسیر، قتل سفیر، درخت کاٹنے، جانوروں کو ذبح کرنے، عبادت گاہوں کے انہدام، اقدامی صورت حال میں فصلوں کو نقصان پہنچانے، کھیتوں کو تباہ کرنے، غارت گری، لوگوں کی عزت وآبرو کو پامال کرنے اور آگ لگانے جیسے منفی اقدامات کی ممانعت کے اصول وضوابط تشکیل دیے۔نتیجتاً لوگ مذہب اسلام میں جوق در جوق داخل ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر امن وسلامتی کا خراج تحسین پیش کیا گیا۔لہذا پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں معترضین کے شبہات وتنقیدات کسی اعتبار سے بھی قابل بھروسہ نہیں ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حوالہ جات وحواشی

(۱) مصطفیٰ السباعی، المستشرقون والاسلام ، (مترجم :سلمان شمس ندوی), ادارہ اسلامیات ، لاہور،۱۹۸۲ء، ص ۵۳

(2) GoldZiher, "Introduction To Islamic Theology And Law". (George Allen & Unwin LTD,London,1971), p. 23

(3) Ibid.P:23

(4) Watt.William Montgomery, "Islamic Surveys"(Oxford University Press, London,1961), p. 56

(5) Muir, Willaim, "Mohamet And Islam" (John grant, Edinburgh,1923), p. 228

(6) Lane Pool, Stanley, "The Moorish In Spain" (Khayats Beirut,1966), p. 51

(7) Margoliouth, D. S, "Mohammedanism and the Islamic World" , p. 9

(8) Hitti. Philip K., "History of the Arabs", (New Jersey,U.S.A.1970), p. 117

(9) George Sale "The Koran", (William Tegg and Co.London ,1812), p. 38

(10) Ibid, p. 38

(11) Tor Andrae "Mohammed The Man and His Faith", (Harper and Row, New York, 1960), p. 147

(12) Ibid, p. 147

(13) The Daily Dawn Karachi, March 1997

(۱۴) المائدۃ،۵:۳۲

(۱۵) البقرۃ،۲:۲۵۱

(۱۶) الحج،۲۲:۳۹

(۱۸) الانفال،۸:۳۹

(۱۹) التوبۃ،۹:۵

(۲۰) ایضاً،۹:۲۹

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۲۱) البقرۃ،۲:۱۹۳

(۲۲) النساء،۴:۱۶۵

(۲۳) بنی اسرائیل،۱۷:۱۵

(۲۴) القصص،۲۸:۴۷

(۲۵) طٰہٰ،۲۰:۱۳۴

(۲۶) محمد شفیع، مفتی: پیغمبر امن اور سلامت، ادارۃ المعارف، کراچی، ۱۹۹۵ء، ص ۲۴

(۲۷) آر وی سی باڈلے، محمد رسول اللہ، "The Messenger" (ترجمہ و تلخیص، محمد علی چراغ)، نذیر سنز پبلشر، لاہور، ۱۹۸۸ء، ص ۲۶۲

(28) John Bagot Glubb "The Life and Times of Mohammed", (Quartet Books,London, 1970), p. 388

(29) Ibid", p. 388

(30) Thomas Carlyle "On Heroes and Hero-worship" ,(Everyman's Library New York, 1973), pp. 395-396

(۳۱) ٹی ڈبلیو آرنلڈ، دعوت اسلام، (مترجم: نعیم اللہ ملک)، ادارہ نشریات، اردو بازار، لاہور، ۲۰۱۰ء، ص ۱۷

(۳۲) ایضاً، چوتھا ضمیمہ: جہاد، ص ۴۰۱

(۳۳) ایضاً، دیباچہ، ص ۱۹

(۳۴) ایضاً، باب پنجم: اسپین کے عیسائیوں میں اسلام کو فروغ، ص ۱۳۸

(۳۵) ابن حجر العسقلانی، شہاب الدین الحافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی، (م۸۵۲ء)، "فتح الباری"، (المکتبۃ السلفیۃ، الریاض، سن ندارد) ،کتاب المغازی، باب قتل کعب بن الاشرف، ۷/۳۳۷_۳۴۰،

☆ایضاً، العینی، بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی(م ۸۵۵ھ)" عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری"،(دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۲۰۰۱ء) ،کتاب المغازی، باب قتل کعب بن الاشرف ۹/۱۳۱_۱۳۴،

(۳۶) بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل (م ۲۵۶ء)، الجامع الصحیح ،(دارالسلام للنشر والتوزیع، الریاض، ۲۰۰۰ء)، کتاب المغازی، باب قتل أبی رافع عبداللّٰہ بن أبی الحُقَیقِ، رقم/۴۰۳۹، ۴۰۴۰

(37) William Muir(1905 A.D) "Life of Mahomet", (John grant Edinburgh, 1923),

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

p. 249

(38) Watt، William Montgomery "Muhammad, Prophet and Statesman", (Oxford University Press, London,1961): p. 98

(39) William Muir(1905 A.D) "Muhammad and Islam", p. 70

(40) Tor Andrae,"Mohammad The Man and His Faith", p. 147

(41) Watt, William Montgomery"Muhammad At Medina",(Oxford University Press London, 1956), p. 18

(۴۲) ابن حجر العسقلانی،فتح الباری"،کتاب المغازی،باب قتل أبی رافع عبداللّٰہ بن أبی الحُقَیقِ، ۳۴۲/۷_۳۴۵

☆ایضاً، العینی، "عمدۃ القاری"،کتاب المغازی،باب قتل أبی رافع عبداللّٰہ بن أبی الحُقَیق، ۱۳۴/۹_۱۳۵

(۴۳) ابن کثیر، ابوالفداء اسماعیل بن عمرالقرشی(م۷۷۴ھ)"البدایة والنھایة"،(دار الکتب العلمیة، بیروت، ۲۰۰۱ء)،مقتل ابی رافع الیھودی ،۱۴۸/۴_۱۵۲

(44) Ameer Ali,Syed , "The Spirit of Islam" (Sajid Book Depot, Urdu Bazar, Lahore,1986) p.73

(۴۵) سوامی لکشمن پرشاد،عرب کا چاند،مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور،سن ندارد،ص ۳۷۷_۳۷۸

(46) Encyclopedia Survey of Islamic Culture" Muhammad the Prophet, p. 268

(۴۷) غلام غوث ہزاروی،مولانا،جنگ سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں،مکی دارالکتب، لاہور،سن ندارد،ص ۲۷_۲۸

(48) Gulzar Ahmad ,Brig(R) "The Prophet's Concept of War" (Islamic Book Foundation, Lahore , 1986), p. 166

(49) S. K. Malik, Brig(R) "The Quranic Concept of War" (National Book Foundation, Lahore, 1979), p. 92

(۵۰) بخاری، الجامع الصحیح، رقم ۴۲۱۰/

(۵۱) منصور پوری، سلیمان سلمان قاضی، رحمة للعالمین،مرکز الحرمین الاسلامی، فیصل آباد، ۲۰۰۷ء، باب سوم ، غزوات وسرایا،۴۶۲/۲

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

© rasailojaraid.com